ہمارا شعر ہر اک عالمِ تصویر رکھتا ہے
مُرقّع جان کر ذی فہم دیوان مول لیتے ہیں

ہماری کتابیں

۱۹۶۶ء

مکتبۂ دانش افروز
۴۵ - ارجن روڈ - کرشن نگر - لاہور

مطبوعہ استقلال پریس لاہور

ہمارا نقشِ قدم دیکھتی چلے دُنیا
چراغ راہ میں ہم نے جلائے ہیں کیا کیا

نقشِ قدم

ڈاکٹر سید صفدر حسین کی شخصیت اور فن پر مشاہیرِ اَدب کی آراء کا مجموعہ ہے جس میں ستائش سے لے کر مذمت تک تمام زاویوں سے ایک ادبی شخصیت، اُس کی علمیت اور فن کاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں بہت سے ادیبوں اَور شاعروں کی تحریروں کے علاوہ حسب ذیل مشاہیر کے فرمُودات بھی شامل ہیں:

سر عبد القادر مرحوم، رشید احمد صدیقی، آلِ احمد سرور، ڈاکٹر تاثیر، مرزا یگانہ چنگیزی، نیاز فتحپوری، جوش ملیح آبادی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، حامد حسن قادری، سید عابد علی عابد، سید مسعود حسن رضوی، ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی، سید احتشام حسین، جلیل قدوائی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، سید مجتبیٰ حسین، مختار صدیقی، سید آلِ رضا، نسیم امروہوی، راغب مراد آبادی، وحشی محمود آبادی، سعیدہ عروج مظہر اور رئیس امروہوی وغیرہ۔

قیمت:۔ چھ روپے

لفظوں کا سجاؤ ہے کہ تختِ بلقیس
معنی کا بہاؤ ہے کہ رقصِ طاؤس

رقصِ طاؤس

شادابیٔ تخیل، شگفتگیٔ بیان، نفسیاتی دقیقہ سنجی اور جدید تمثال نگاری کا جمال، ڈاکٹر سیّد صفدر حسین کی رومانی نظموں کے مجموعہ میں موجود ہے۔ جس کے متعلق حضرت جوشؔ ملیح آبادی نے تحریر فرمایا ہے:۔

صفدر صاحب کی معرّا شاعری پر نگاہ کرکے خود اس امر کا فیصلہ کر لیجئے کہ وہ اُردو ادب میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے کہ نہیں۔ آپ کو پتہ چل جائیگا کہ وہ نفسیات کی گتھیوں کو کس طرح سلجھاتے ہیں۔ حسن و عشق کے معاملات و مسائل کو کس تکلف اور سلیقے کیساتھ پیش کرتے ہیں۔ اور مناظر کی ایک ایک پرت کو کھول کر اُن کے اندرونی الوان کو کس طرح اُبھار دیتے ہیں۔ تخیل فطرت نے اُن پر بہت فیاضی کی ہے۔ اور اُن کو خلّاقیٔ شعر کا جوہر عطا کرنے میں بڑے حوصلے سے کام لیا ہے، ـــــ اور اس بناء پر جس وقت کہ اُن کا یہ بے بہا جوہر، تخیل و تصور کا تیشہ اٹھا کر جمالیات کے مرمریں اصنام تراشتا اور احساسات کے گھومتے ہوئے مجسمے پیش کرتا ہے تو اُس کے ہر پیکرِ ناز پر نظر پڑتے ہی مُنھ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے ؎

این ست کہ دِل بُردہ و خوں کردہ بسے را
بسم اللہ اگر تابِ نظر ہست کسے را

قیمت: چار روپے

تجلئ دلِ ایماں، ضیائے دیدۂ کفر
قدم قدم پہ فروزاں چراغِ دیر و حرم

چراغِ دیر و حرم

تازہ احساس، شگفتہ فکر، انوکھے اندازِ بیان اور خوش آہنگ لہجے کی غزل سے دلچسپی ہو تو ڈاکٹر سید صفدر حسین کے مجموعۂ غزلیات "چراغِ دیر و حرم" کا مطالعہ کیجئے جس کے متعلق جناب فیض احمد فیض کی یہ رائے ہے:

"ڈاکٹر سید صفدر حسین، صاحب علم بھی ہیں صاحب ذوق بھی، نکتہ شناس بھی ہیں نکتہ ور بھی، صفدر صاحب کی تنقیدی تحریریں اس شخصیت کا ایک پہلو ہیں۔ اور ان کی شاعرانہ تصانیف دوسرا، پہلے "رقصِ طاؤس" کی معرا نظموں میں نالے کو پابندئ نے سے آزاد کیا۔ اب "چراغِ دیر و حرم" میں ندرت تنگنائے غزل کو ویسی ہی خوبی سے آزمایا ہے اس ظرفت میں آپ کو ذہنِ رسا اور دلِ گداختہ دونوں کی جھلکیاں ملیں گی۔ فکر و تلاش، سوز و جذبہ، پختگی اور برجستگی، جو مضمون بندھا ہے سوچ بچار کے بعد بندھا ہے۔ جو لفظ تحریر میں آیا ہے جانچ پرکھ کر لکھا گیا ہے۔ شاعر نے غزل کے روایتی مزاج اور جذبہ و خیال کی ہمعصر کیفیت دونوں کی رعایت یکساں ملحوظ رکھی ہے۔ اسی سبب سے صفدر صاحب کی رہِ خیال میں موجود ہیں"

قدم قدم پہ فروزاں چراغِ دیر و حرم

قیمت: چار روپے

شبیرؑ سے انتساب عباسؑ جری
عباسؑ سے انتساب آئینِ وفا

آئینِ وفا

یہ مرثیہ ہے جس میں حضرت ابوالفضل العباسؑ کی سیرت و حیات بیان کی گئی ہے۔ اس کے امتیازی اوصاف سید عابد علی عابد نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

اس مرثیے میں تین چیزیں ایسی ہیں جو اسے تمام پرانے مراثی سے متمیز کرتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ معانی و مضمون کا مرکز ہمیشہ حضرت عباس کی ذاتِ گرامی رہتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت عباسؑ ایک ڈھلے ڈھلائے، ترشے ترشائے، سانچے میں اترے ہوئے "ٹائپ (TYPE) نہیں رہتے بلکہ ایک متحرک (تمثیلی طور پر متحرک) کردار بن جاتے ہیں۔ ایسا کردار جو بدلتے ہوئے واقعات کے مطابق اپنی ذات کے تغیرات کا اظہار کرتا ہے۔ اس طرح کردار ORGANIC یعنی واقعات کے مطابق بدلنے والا اور متحرک ہو جاتا ہے اور اس میں کسی طرح کا جمود باقی نہیں رہتا۔۔۔۔ کردار نگاری کی یہ صفتِ خاص، کمال کی حد تک اس اساسی ڈھانچے کے اندر رہی ہے جو عقیدت حضرت عباس سے منسوب کراتی ہے۔ یعنی شجاعت، بسالت، امام کی فرمانبرداری، طبیعت کا سوز و گداز اور عمل کی نرمی و گرمی۔

دوسری بات جو اس مرثیہ میں خاص طور پر نمایاں نظر آتی ہے۔ وہ اس کا تمثیلی رنگ ہے اس کی اٹھان تمثیلی ہے، واقعات کا عمل اور ردِ عمل کرداروں کا تصادم اور ان کی آویزش غرض تمام تمثیلی سررشتے مصنفِ موصوف نے بڑی خوبصورتی سے سنبھالے ہیں۔

تیسری بات جو اس مرثیہ میں صفدر صاحب کی انفرادیت کو آجکل کے نام نہاد مجددین سے جدا کرتی ہے۔ وہ ان کا لفظوں پر حیرت انگیز عبور ہے۔۔۔۔ منظر نگاری اور وصف کا اتنا اچھا امتزاج آجکل کم دیکھنے میں آتا ہے۔

قیمت:۔ تین روپے

اکبرؑ کی شجاعت کے ہیں جوہر اس میں
صفدر کا یہ مرثیہ ہے اعجازِ حسینؑ

جلوۂ تہذیب

ڈاکٹر سید صفدر حسین کا یہ دُوسرا مرثیہ حضرت علی اکبرؑ کے حال میں ہے جو اپریل ۱۹۶۵ء میں تصنیف ہوا۔ اور ۱۱ جولائی ۱۹۶۵ء کو پہلی بار عاشور خانۂ رضویہ کالونی کراچی میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس کے متعلق ڈاکٹر محمد احسن فاروقی لکھتے ہیں:۔

آج (۱۱ جولائی ۱۹۶۵ء) پھر ڈاکٹر صفدر حسین، مرثیہ نگاری اور مرثیہ خوانی کی روایت کو حیات نَو بخشنے کے لئے امام باڑہ رضویہ کالونی میں زیب دہ منبر ہوئے۔ پھر انہوں نے جو مرثیہ پڑھا وہ جدید شاعری کی فلسفیانہ گرمی INTELLECTUAL FERVANCE کو ہماری پُرانی مرثیہ نگاری کی رسمی خصوصیات سے ملاتا ہے۔ چنانچہ مرثیہ حضرت علی اکبرؑ کے حال کا تھا مگر اُس کا چہرہ تہذیب پر ایک جدید نظم کی صورت میں سامنے آیا۔ موضوع تہذیب ہے۔ مطلع کی ردیف بھی تہذیب ہے اور بارہ بندوں میں تہذیب کی مکمل توضیح کر دی گئی ہے۔

ڈاکٹر سید صفدر حسین کی مرثیہ گوئی کی یہ دوسری کوشش ہے۔ دونوں کوششوں میں اُن کا خلوص نمایاں ہوا۔ اور اسی بنا پر وہ اداکاری میں کامیاب ہو کر وہ رنگ جما گئے کہ مرثیہ پڑھنے والے اور اداشناس دونوں عش عش کرتے ہوئے گئے۔ مگر اس دُوسری بار فنکارانہ حیثیت سے وہ پہلی بار سے کہیں آگے نظر آئے۔ مرثیہ کے طرز میں زیادہ مشق کا اثر نمایاں نظر آیا۔ تشبیہہ و استعارات میں بھی زیادہ گہرا اثر نکھرا۔ اور زیادہ تر مجلس کے لوگ یہی کہتے گئے کہ ان کا رنگ جم ہی نہیں گیا بلکہ پختہ ہو گیا ہے۔

قیمت تین روپے

لکھنؤ دُور ہے اب دِل سے قریں تھا پہلے
فرش تاروں کا تو پھولوں کی زمیں تھا پہلے

لکھنوی ادب

اور

اُس کا تہذیبی پس منظر

حضرت نیاز فتحپوری تحریر فرماتے ہیں :-

یہ مقالہ چودہ ۱۴ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں زوالِ دِلّی کے اسباب پر مورخانہ تبصرہ کیا گیا ہے۔ دوسرا باب اَودھ کی داستانِ عروج و استحکام کے لئے وقف ہے۔ تیسرے باب میں اَودھ کے تمدّن و تہذیب پر گفتگو کی گئی ہے۔ چوتھا باب دِلّی اور لکھنؤ کے ثقافتی و سماجی اختلاف و ارتباط کے بیان سے متعلق ہے۔ اور پانچویں سے چودہویں باب تک لکھنوی ادب کے داخلی و خارجی محرکات کے پیشِ نظر وہاں کی ادبی تخلیقات کا نہایت تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے جس میں نظم و نثر دونوں شامل ہیں۔

ڈاکٹر صفدر حسین کا یہ مقالہ اس میں شک نہیں تاریخ ادب اُردو میں بڑا اہم بالشان اضافہ ہے۔ اور ہر شخص کے لئے جو ادبِ اُردو سے دلچسپی رکھتا ہے (خواہ یہ دلچسپی معلمانہ ہو یا متعلمانہ)، اس کا مطالعہ افادیت سے خالی نہیں۔

قیمت :- بتیس روپے

کسی نے تری طرح سے اَے انیسؔ
عروسِ سخن کو سنوارا نہیں

کارنامۂ انیسؔ

ڈاکٹر سیّد صفدر حسین نے میر انیسؔ کے مراثی کو اس طرح ترتیب دیا ہے کہ امام حسین علیہ السّلام کے بچپن سے اُن کی شہادت بلکہ اسیریٔ اہلِ حرم تک کے واقعات ایک مربُوط نظم میں سما گئے ہیں۔ یہ نظم مسدّس کے تقریباً دو ہزار بند پر مشتمل ہے۔ مؤلّفِ موصوف نے ابتدا میں "ایک شاعری اور میر انیسؔ" کے عنوان سے ایک بسیط تحقیقی و تنقیدی مقالہ سپردِ قلم فرما کر بطورِ مقدّمہ شامل کر دیا ہے۔ یہ کتاب نئے ادبی نقطۂ نظر سے بھی میر انیسؔ کی اہمیّت کا اندازہ کرنے کے لئے بہت مفید بلکہ ناگزیر ہے۔

قیمت:۔ سات روپے